OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com



# عالمگیریت کا تصور: عہد قدیم سے عہد حاضر تک

# The Concept of Globalization from Ancient Times to Modern Era

**Samia Rasheed**

*Doctoral Candidate, Department of Urdu, Bahauddin Zakariya University, Multan*

**Dr. Muhammad Khawar Nwazish**

*Associate Prof., Department of Urdu, Bahauddin Zakariya University, Multan*

## Abstract

*'Ālamgīriyat* Is the Urdu translation of the English term Globalization. It is the process by which a business or other organization becomes international. The concept of Globalization is ancient. The wars fought on religion and nationality were, the result of Globalization that has existed since ancient times. While in this Era media has made it so easy for man that the change in one corner of the world can be easily felt in another part. Thomas L Friedman has described three periods of Globalization; the first period is called 'COUNTRIES AND MUSCLES' which is limited to around 1800. The subsequent period from 1800 to 2000 is called Globalization II. The Era of Globalization 3 begins after 2000.

**Keywords**: Globalization, Internationalism, Ancient, Subsequent, Period, Era, Interrupted, Dynamism, Integration, Collaborate

## تمہید

CC BY

عالمگیریت کا تصور یا عمل انسانی تاریخ جتنا قدیم ہے کیونکہ ہر انسان کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ اس کی سوچ افکار، خیالات، بات چیت اور نظریات نہ صرف دنیا کے سامنے پیش ہوں بلکہ دنیا ان نظریات کو قبول کرنے پر آمادہ ہو اور عمل پیرا بھی ہو۔ مذہب و قومیت پر لڑی جانے والی جنگیں اسی سوچ کا نتیجہ تھیں۔ مختلف وقتوں میں قائم ہونے والی سلطنتوں کے پیچھے بھی یہ سوچ کار فرما تھی سمیری، مصری، یونانی اور باقی سلطنتوں میں بھی یونہی مراقبے تھے اور اس مقصد کے لئے جنگی رتھ اور جنگی نسلی گھوڑے استعمال کئے جاتے تھے۔ ان تمام سلطنتوں نے اپنے قریبی علاقوں سے تجارتی رابطے قائم کئے جو گلوبلائزیشن کے عمل کا اہم جزو ہیں۔ عالمگیریت یا عالمگیریت کی اصطلاح اگرچہ جدید ہے لیکن اس سے جڑے معنی تاریخ سے بہت گہرا تعلق رکھتے ہیں۔ فوجی قوت کے ذریعے کالونیوں یا سلطنت کو وسعت دینے کا عمل نقل مکانی تجارت کا عمل قدیم تاریخ کا حصہ ہے۔ مختلف سلطنتیں جو تاریخ کے افق پر روشن ہوئیں اس مقصد کا حصہ تھیں۔ فرق صرف یہی ہے طریقہ کار تبدیل ہو گیا ہے۔

**سمیری سلطنت**

چھ اور سات قبل مسیح میں وادی نیل اور ایشیاء کے زرخیز علاقوں میں نیم تہذیب یافتہ گروہ آباد تھے اس زمانے میں دریائے جہلم ، فرات مختلف راستوں سے خلیج فارس میں جا گرتے تھے۔ انہی دونوں دریاؤں کے درمیان اہل سمیر نے اپنے اولین شہر آباد کئے ۔ اہل سمیر بھوری رنگت والے تھے ۔ وہ خاص زبان لکھتے تھے ۔ ان کی زبان پڑھی جا چکی ہے۔ کانسی کا استعمال سمیریوں نے شروع کیا سورج کی تپش میں اینٹیں پکاتے تھے۔ ان اینٹوں سے بڑے بڑے مندر اور مینار تعمیر کرتے تھے ۔ مٹی کی الواح پر عبارتیں تحریر کرتے تھے۔ بھیڑیں، مویشی گدھے پالتے تھے گھوڑے نہیں رکھتے تھے:

> ”اہل سمیر کا ہر شہری عمومی طور پر خود مختار تھا کبھی کبھار کوئی شہر دوسرے پر قبضہ کر لیتا تھا اور ان کی عوام سے جبراً اخراج وصول کرتا تھا۔ نپر کی کھاتوں میں ایک مسودے میں سلطنت کا لفظ لکھا ملا۔ سمیری شہر ’ارح“ کی سلطنت اولین معلوم شدہ بادشاہ ہے اس کے دیوتا اور پروہت بادشاہ کا تسلط خلیج فارس سے بحیرہ احمر تک دراز تھا“۔[1]

**مقدونیہ کا عروج**

یونان پہاڑیوں اور چھوٹی چھوٹی وادیوں کا علاقہ ہے جس میں میدان ہیں اور نہ ہی بڑی بڑی نہریں ہیں۔ چند میدانی علاقے ہیں وہ رقبے کے لحاظ سے وسیع نہیں۔ یونان کی تاریخ حقیقت میں چھوٹی چھوٹی ریاستوں کی تاریخ ہے۔ ہر ملک کے وہاں جغرافیائی اثرات ہیں زمین زیادہ زرخیز نہیں قسمت آزمائی کے لئے لوگ زیادہ تر سمندر کی طرف مائل ہیں:

> ”یونان کے اصل باشندے غیر آریائی نسل سے تعلق رکھتے تھے جو بحیرہ الجین کے ساحلی علاقوں میں مقیم تھے۔ یونانی مہاجرین سے تہذیبی و تمدنی اعتبار سے بہت آگے تھے تجارتی پیشہ تھا اور اکثر ممالک سے ان کے تجارتی مراسم تھے۔ اطالیہ، ہسپانیہ کی ای بیری قوم کی مانند یونان میں بھی آریہ نسل کے آنے والوں میں دریافت ہوئے مصر میں جو شواہد ملے وہ اس عہد کا سراغ دیتے ہیں۔ جس میں ایجنی کمہار برتن بنا کر سمندر پار ملکوں میں بھیجنے لگے تھے“[2]

مصر کے قدیم شہر ایتھنز میں سولھویں صدی قبل مسیح کی بنی ہوئی تصویر نکلی جس میں ایجینی وضع کے لوگ مائی کینی ظروف ہاتھ میں لئے دکھائے گئے۔ ایک شہر کو اب سے متعدد صراحیاں بر آمد ہوئیں جو ممالک الجین سے بن کر یہاں دساور سے آئی تھیں اور یہ اب پندرھویں صدی قبل مسیح میں بنا اور دو تین سو برس کے بعد برباد ہو گیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مختلف اقوام اور ملک کے درمیان تجارتی روابط دور قدیم سے ہی قائم ہیں یونانیوں کی دنیا فتح کرنے کا مقصد دیگر اقوام کے وسائل تک رسائی اور انہیں اپنے تصرف میں لانا تھا۔ نہ صرف یونانیوں بلکہ دنیا کی دیگر اقوام اور تاریخ کے مختلف ادوار میں ظاہر ہونے والی سلطنتیں بھی مختلف اقوام پر حملہ آور ہوتی رہیں اور دنیا کو خطرے سے دوچار کرتی رہیں۔ یونان کے شمال میں ایک ریاست مقدوینہ اسی دور میں طاقت ور تہذیبی مرکز کے طور پر نمایاں ہو رہی تھی۔ اہل مقدوینہ یونانیوں سے مماثلت رکھنے والی زبان بولتے تھے۔ ۳۹۵ قبل مسیح میں اس چھوٹے سے ملک میں ایک اعلیٰ جواہر اور ارادوں والا بادشاہ فلپ بر سر اقتدار آیا۔ سب سے پہلے اس نے اپنے ریاستی حدود کو پھیلانے اور فوج کی تشکیل نو کی طرف توجہ دی۔ سائیڈن نے سکندر کے آگے ہمت ہار دی مگر ٹائر نے شدت سے مخالفت کی آخر کار اس عظیم شہر پر قبضہ کیا گیا اسے لوٹا اور تباہ کر دیا غزہ پر بھی دھاوا بولا۔ ۳۳۲ق م کے اختتام تک فاتح فوجیں مصر میں داخل ہوئیں اور ایرانیوں سے عنانِ حکومت چھین لی۔ اینٹی گونس مقدونیہ پر بر سر اقتدار آیا جبکہ باقی سلطنت غیر مستحکم ہو گئی۔ اس سلطنت میں ایران، مصر، سوس، اصطخر، مشرق اقصیٰ، بابل، شام اور ہند کے وسیع علاقے اور موجودہ افغانستان میں شامل پرانے شہروں کو تسخیر کر کے شامل کیا اور اپنی سلطنت کی حدیں دور دور تک وسیع کر دیں۔ اس کی موت کے ساتھ ہی ریاست منتشر ہو گئی۔ قدیم دور میں قدیم طرز کی عالمگیریت کی ایک عمدہ مثال ہمیں اس سلطنت کی وسعت اور پھیلاؤ میں ملتی ہیں جس نے دوسرے ممالک اور علاقوں سے تجارتی تعلقات قائم کئے اور قومی ضروریات کے مطابق مختلف اقوام کو بھی تسخیر کیا اور ان قوموں کی دولت سے اپنے ملک کو مالی طور پر مضبوط کیا لیکن یہ مقاصد فوج کشی کے ذریعے حاصل کیے گئے کیوں کہ جدید پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا اور ملٹی نیشنل کمپنیوں کی غیر موجودگی میں فوج کشی معاشی مقاصد کے حصول کا واحد ذریعہ تھا۔

**سلطنت روم**

دوسری صدی عیسوی میں سلطنت روم بہترین سلطنتوں میں سے ایک تھی۔ اس سلطنت کے باسی دنیا کی مہذب قوم تھی۔ رومی افواج کے قوانین اتنے مضبوط اور مؤثر تھے کہ سلطنت کے تمام علاقے آپس میں مربوط اور متفق تھے۔ ان کے صوبوں کی عوام بہت حد تک امن پسند اور مہذب تھی۔ عیش و عشرت کی زندگی بہت حد تک بڑھی ہوئی تھی۔ روئے زمین پر یہ واحد سلطنت تھی جس کی بنیاد آزادی کے اصولوں پر رکھی گئی تھی۔ رومی سینٹ یا مجلس کو ملکی سطح پر اعلیٰ اختیارات حاصل تھے۔ یہی وہ مجلس تھی جو روم کے شہنشاہوں کو اقتدار کے اونچے درجے پر فائز کرتی تھی۔[3] سلطنت کے اولین ۸۰ برس کے عرصے میں سلطنت کی باگ دوڑ قیصر نرما، قیصر ٹروجن، قیصر ہیڈرین اور دو انطونینس جیسے مدبر حکمرانوں کے ہاتھ رہی تھی۔ مارکس انطونی کی وفات کے بعد ایسے حالات پیش آئے جو رومی سلطنت کی زوال کا باعث بنی۔ سلطنت روما کے زیر حکومت صوبجات میں ہسپانیہ Spain گال یا فرانس، برطانیہ، اٹلی، اطالیہ، ڈینیوب، اور ایریا، لائیشیا، نارکیم اور ڈیشیا، تھریس، مقدونیا اور یونان (جسے اب بھی

ترک رومیلیا کا نام دیتے تھے) ایشیائے کوچک ،شام ، فونیقیا اور فلسطین ، مصر، افریقہ، بحیرہ روم اور اس کے جزائر شامل تھے، غرض یہ کہ رومی سرحدیں مراکش اور سپین تک پھیل گئیں۔ محمد عاصم بٹ لکھتے ہیں:

"رومی سرحدیں مراکش اور سپین تک پھیل گئیں بعد ازاں رومیوں نے تمام شمال مغربی علاقوں پر اپنا اقتدار جمالیا۔"[4]

اخلاق احمد قادری اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

"روما کے اس پھیلاؤ کے دوران مفتوحہ علاقوں مثال کے طور پر سسلی کو رومیوں کی ذاتی ملکیت قرار دے دیا گیا روم کو امیر بنانے کے لئے اس کی زرخیز مٹی اور محنت کش طبقے کا استعمال کیا گیا اور درباری امراء اور عوام بااثر لوگوں نے اس دولت میں اپنا بڑا حصہ ڈالا۔ سلطنت روم پر ولادت مسیح کے وقت قیصر آگسٹس حکمران تھا۔ اس قیصر کے عہد سے سلطنت روما کا آغاز ہوتا ہے۔ پہلی صدی عیسوی تک تقریباً ۱۲ قیصرانِ روم نے حکومت کی۔"[5]

یہ قیصران ہر قسم کی اخلاقی اور مذہبی قید وبند سے نا آشنا تھے اور صرف عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے تھے۔ قیصران رومہ عام طور پر بت پرست تھے تنگ مزاج اور انتہا درجے کے ظالم تھے یہاں تک کہ اپنی ماں کو بھی (نیرونے) قتل کرتے شرم محسوس نہیں کی۔ محمد عاصم بٹ اپنی کتاب "مختصر تاریخ عالم" میں لکھتے ہیں:

"قیصران رومہ کو رعایا سے کوئی سروکار نہیں تھا رومی قیصروں نے اپنے وسیع سلطنت کے اقتدار کو فوج کے ذریعے قائم کر رکھا تھا۔ اور اس کے لئے انہوں نے بہت سی فوجی چھاؤنیاں قائم کیں اس کے لئے ہر صوبے کا ایک گورنر جنرل مقرر کرتے تھے جو خراج کی کثیر رقمیں عوام سے بالجبر وصول کر کے مرکزی حکومت کو دیتے تھے۔ قیصران روم میں ہی غلامی اور پردہ فروشی کو فروغ ملا تھا اور عوام سے بھاری بھاری ٹیکس وصول کرتے تھے۔"[6]

رومی قیصروں کے دور حکومت میں غریب وامیر اور آقا وغلام کا تصور بہت گہرا ہو گیا تھا۔ حکمران طبقے دونوں ہاتھوں سے عوام سے دولت لوٹتے تھے اور عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے تھے۔ انسانوں سے دوسرے انسانوں یا درندوں سے مقابلے کا مرغوب مشغلہ تھا۔ اخلاق احمد لکھتے ہیں:

"قیصر آگسٹس کے عہد میں دنیائے عرب کو بھی تسخیر کرنے کی کوشش کی گئی تھی لیکن یہ مشن ناکام ہو گیا۔ ۷۰ عیسوی میں ہیکل سلیمانی اور یروشلم کی تباہی کا واقعہ بھی قیصران روم کے عہد کا ایک اہم واقعہ ہے رومیوں نے یہودیوں کے متبرک معبد کو صرف اس لئے پیوند خاک کر دیا تھا کہ یہودیوں کے قیصروں نے مورتیوں کا سجدہ نہیں کیا۔"[7]

۱۳۲ صدی عیسوی میں یہودیوں کو ان کے وطن سے قیصر روم کے حکم پر نکال دیا گیا ایسے ہی کاموں کی وجہ سے مارکس انطونی کی وفات کے بعد اس کا عظیم الشان شیرازہ بکھر کر زوال پذیر ہوا۔

### مسلم عرب ریاست

عالمگیریت کے قدیم تصورات میں جہاں عظیم یونانی رومی اور ایرانی سلطنتوں کے نشانات نظر آتے ہیں وہیں یہ عالمگیریت جزیرہ نما عرب میں قائم ہونے والی مسلمانوں کی اسلامی ریاست کی صورت میں بھی واضح نظر آتی ہے۔ اس ریاست نے بہت ہی تھوڑے وقت میں دنیا کے بڑے وسیع رقبے کو اپنے حدود میں شامل کیا۔ ہم سب جانتے ہیں اسلامی ریاست کی بنیاد نبی کریم ﷺ کی مدینہ منورہ آمد پر رکھی گئی۔ مدینہ منورہ آمد کے تقریباً آٹھ سال بعد بغیر لڑی گئی جنگِ مکہ کی فتح کے بعد عرب کی ریاست کو وسعت ملی۔ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر کے دور حکومت میں بھی فتوحات کا سلسلہ متواتر جاری رہا۔ پہلا جزیرہ نما عرب حضرت ابو بکر کی قیادت میں حضرت خالد کی تلوار سے متحد ہوا۔ شام کی فتح کے لئے جو اسلامی فوج حضرت ابو بکر نے بھیجی اس کی روانگی کے وقت جو ہدایات سپہ سالار کو دیں وہ اسلامی فوج کے لئے تا قیامت دستور العمل بن گئیں۔ انہی سے مسلم افواج اور مسلم حکمران دوسرے سے معتبر ٹھہرے وہ ہدایات درج ذیل تھیں:

1۔ خیانت نہ کرنا۔

2۔ جھوٹ نہ بولنا۔

3۔ بدعہدی نہ کرنا۔

4۔ کسی عورت اور بچے کو قتل نہ کرنا۔

5۔ ثمر دار پھل کبھی نہ کاٹنا۔

6۔ کسی آباد جگہ کو ویران نہ کرنا۔

7۔ کھانے کی ضرورت کے علاوہ بکری، گائے اور اونٹ کو کبھی ذبح نہ کرنا۔

8۔ مال غنیمت میں خیانت نہ کرنا۔

9۔ بزدلی نہ دکھانا۔

10۔ جب کھانا تمہارے سامنے آئے اللہ کا نام لے کر کھانا۔[8]

قابل ذکر بات یہ ہے کہ مسلم افواج کے علاوہ کسی سلطنت یا قوم نے مفتوح دشمنوں سے اس طرح کا حسن سلوک نہیں کیا۔ حضرت ابو بکر کے دور سلطنت میں کئی فتوحات ہوئیں۔ اجنادین اور یرموک کی فتح بہت اہم ہے دنیا کی عظیم جنگوں میں جنگ یرموک ایک اہم جنگ ہے۔ یہ جنگ حضرت خالد بن ولید کی عظیم فتح پر منتج ہوئی۔۔ حضرت ابو بکر کی وفات کے بعد حضرت عمر کا دور شروع ہوا۔ بصرہ، دمشق اور بیت المقدس کی فتح سے یہ دور بہت اہم ہے۔ شام کے ساتھ ساتھ سر زمینمصر اسلامی سلطنت کے زیر نگیں آگئی۔ ایرانیوں نے مصری محاذ پر مسلمانوں کو مصروف دیکھ کر پیش قدمی کے دو بڑے معرکے کئے جس میںجنگ قادسیہ اور جنگ نہاوند، قادسیہ کی جنگ میں ایرانی سلطنت کا بڑا نام "رستم "مارا گیا اس طرح مسلمان ایران کے دارالحکومت "مدائن" میں جا پہنچے اور تقریباً چار سال بعد "جنگ نہاوند" پیش آئی ایک بار پھر اس جنگ میں بھی فتح مسلمانوں کے حق میں آئی اور ایرانیوں کے تعاقب میں مسلمان ہمدان جا پہنچے۔ آخری ساسانی بادشاہ یزدگرد سے بھاگ کھڑا ہوا یوں پورے

ایران پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ مسلمانوں کی سلطنت کی حدود سندھ تک آن پہنچی حضرت عمر فاروق نے احسن سلوک اور حسن انتظام قائم کیا اس کی مثال رہتی دنیا تک دی جائے گی۔ حضرت عمر یہ قول دیگر سلطنتوں کو اسلامی ریاست سے الگ کرتا ہے:

"اگر دریائے فراط کے کنارے کوئی کتا بھی بھوکا مر جائے تو میں اس کا جوابدہ ہوں گا۔"[9]

حضرت عمر فاروق تیسرے خلیفہ تھے ان کے دور میں بھی جنگوں اور فتوحات کا سلسلہ کامیابی سے جاری رہا۔ مشرق کی طرف سے ترکوں کی دخل اندازی کو روکنے کے لئے اسلامی لشکر آگے بڑھا اور "بلخ" پر قبضہ کر لیا۔ کابل اور غزنی مسلمانوں کے زیر سلطنت آ گئے۔ کرمان سیستان کے ساتھ ساتھ اسلامی فوج بحیرہ اسود تک ایشائے برات کو چک پر چھا گئیں۔ حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان نے مفتوحہ علاقوں میں متعدد ترقیاتی کام کئے آب رسانی کا انتظام بہتر بنانے کے لئے کئی نہریں کھو دی گئیں۔ پھل دار درخت لگائے۔ تجارتی قافلوں کی حفاظت کے لئے جگہ جگہ پولیس چوکیاں بنائی گئیں تجارت کے فروغ سے ہر طرف خوشحالی ہوئی۔ یاسر جواد 'تاریخ عرب' میں لکھتے ہیں:

"امیر معاویہ کے زمانے میں طور خم عبور کر کے درہ خیبر کے راستے ہندوستان پر یلغار کی گئی۔ دوسرا حملہ بلوچستان کے شہر قیقان (قلات کے قریب) ہوا۔ قندھار فتح ہوا۔ ترکستان میں بھی یوں پیش قدمی ہو گی۔ شمالی افریقہ کے ممالک تیونس الجیریا اور مراکش امیر معاویہ کے عہد میں فتح ہوئے:

دشت تو دشت، صحرا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے

اموی خلیفہ عبد المالک بن مروان کے عہد میں ایران میں دفتری کام فارسی میں اور شام مصر میں یونانی زبان میں ہوا۔ عبد المالک نے حکم دیا سب دفتری کام عربی زبان میں ہو گا۔"[10] یہ عالمگیریت کا لسانی پہلو ہے کہ غالب اقوام اپنی زبان کو مغلوب علاقوں میں رائج کرنے کا حکم دے۔ آج کے دور میں رائج انگریزی زبان ہے جسے کئی طریقوں سے مثلاً روابط ذرائع ابلاغ کے ذریعے دنیا پر یوں مسلط کرنے کی بے حد کوشش جاری ہے اور یوں عوام انگریزی زبان کو سیکھنے کے لئے بھاگ رہی ہے۔ زبان محض خاص علامات اور ان سے جڑے مفاہیم کا نام نہیں بلکہ یہ ثقافتی پیداوار ہونے کی بنا پر ثقافتی اقدار و رسومات اور اس ثقافت سے وابستہ تصورات کو بھی ساتھ لاتی ہے اور مقامی ثقافتوں کے وجود کو خطرے سے دوچار کرتی ہے:

"History of Islam" تاریخ عرب کے مصنف فلپ کے مطابق ولید اور ہشام کے دور حکومت میں اسلامی سلطنت نے زیادہ سے زیادہ وسعت پائی قدیم دور میں اتنی وسعت کی مثال بہت مشکل سے ملتی ہے۔ جدید دور میں صرف برطانوی اور روسی سلطنتیں اس کی ہم سری کرتی ہیں اسی شان دار دور میں ہی ورائے جیون کو وسیع کیا گیا۔ شمالی افریقہ کی تسخیر نو اور صلح کاری ہوئی اور عربوں کے قبضے میں آنے والے سب سے بڑے یورپی ملک سپین کو حاصل کیا گیا۔"[11]

اس بے مثال دور میں ایک طرف قتیبہ بن مسلم نے خلیج کو اور پھر بخارا، خوارزم اور مرغانہ فتح کئے۔ مشرق میں اسلامی سلطنت کی حدود چین کی سرحدوں تک بڑھا دی گئیں۔ مغرب کی جانب قسطنطنیہ پر حملہ ہوا طرسوس اور انطاکیہ فتح ہوئے۔ لیکن اس دور

میں عوام کی فلاح و بہبود کو بھی اہمیت دی گئی۔ تاریخ انسانی ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ جسطرح مسلمان حکمرانوں نے اپنی عوام کا بلا تفریق خیال رکھا یہ صرف خلفائے راشدین تک محدود نہ تھا بلکہ بعد میں آنے والوں نے بھی ان کامیاب اصولوں کی پاسداری کی۔ جمیل یوسف اپنی کتاب 'مسلمانوں کی تاریخ' میں لکھتے ہیں:

> "ولید نے بھیک مانگنے کی ممانعت کر دی۔ تمام ضرورت مندوں کے لئے روزینے مقرر کئے۔ یتیموں کی کفالت کا انتظام کیا ایسے لوگ مقرر کئے جن کا کام اندھے اور اپاہج کو دیکھنا تھا ان کی مدد کرنا اور جہاں انہوں نے جانا ہو وہ پہنچانا تھا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے جاگیر داری ختم کر دی اور یہ جاگیر حکومت نے ضبط کر دیں اپنے پاس لباس کا ایک جوڑا رہنے دیا جسے دھو دھو کر پہنتے تھے عوام خوشحال ہو گئی۔ صدقہ اور زکوۃ لینے والا کوئی نہ رہا۔ سب ضرورت مندوں کے لئے وظیفے مقرر کر دیے۔"[12]

گلوبلائزیشن کی قدیم شکل کا اطلاق لشکر کشی سے ہوا اس کے لئے بڑی بڑی فوجیں آلات ضروری تھے۔ دور دراز کے علاقوں اور قوموں تک سفر پیدل (جو کئی مہینوں اور سالوں تک مکمل ہوتا تھا) کیا جاتا تھا۔ انسانی جانوں کا نقصان معمولی بات تھی۔ کثیر وسائل خرچ کر کے انسانی قوت کے استعمال سے مقصد تک رسائی ممکن کی جاتی تھی۔ سائنس کی ترقی سے اور نئ ایجادات سے جہاں انسان کے لئے آسانی ممکن ہوئی وہیں پر عالمگیریت کی شکل بھی بدل گئی۔ جدید ٹیکنالوجی نے دور دراز کے فاصلوں کو منٹوں تک محدود کر دیا۔ یہاں سے عالمگیریت کی نئ شکل سامنے آتی ہے۔ بڑی فوج کی ضرورت اور دور دراز فاصلوں کو طے کرنے کی اب ضرورت کم پڑ گئی۔ عالمگیریت کے اس جدید دور میں ہتھیار بھی بدل گئے۔ طاقتور اور جدید ذرائع ابلاغ سے عالمگیریت کو اثر پذیر اور مربوط کرنے والوں کے لئے دنیا کے دور دراز علاقوں تک محدود وقت میں آسانی کے ساتھ رسائی حاصل کرنا، افراد کی ذہن سازی کرنا اور اپنی مصنوعات کی طلب پیدا کرنا، دیگر علاقوں کے زیادہ سے زیادہ وسائل کو چھین لینا بہت ہی کم وقت اور کم خرچ کے ساتھ ممکن اور موثر ہو گیا۔ عالمگیریت کے جدید تصور کو سمجھنا بے حد ضروری ہو گیا ہے۔ کیونکہ اسے بجا طور پر قوموں اور علاقوں کے درمیان کشمکش کا نام دیا گیا ہے۔

**عالمگیریت کا جدید تصور**

عالمگیریت کا تصور قدیم دور سے موجود ہے جیسا کہ گذشتہ صفحات پر مختلف سلطنتوں کے حوالے سے تاریخی واقعات کو پیش کیا گیا ہے۔ زمانہ قدیم میں قلیل وسائل کی وجہ سے دنیا کے آپس میں تعلق اور روابط میں وسعت نہ تھی۔ لیکن اس دور میں ذرائع ابلاغ جس میں (انٹرنیٹ، انفارمیشن ٹیکنالوجی، ذرائع نقل و حمل کی برق رفتاری) نے انسان کے لئے اتنی آسانی پیدا کر دی ہے کہ دنیا کے کسی کونے میں بیٹھ کر دوسرے علاقے میں آنے والی تبدیلی کو محسوس کر سکتا ہے۔ دنیا کے مختلف علاقوں کے فاصلے سمٹ کر رہ گئے ہیں۔ کہا جا سکتا ہے کہ قدیم دور میں عالمگیریت کا تصور تو موجود تھا لیکن اس کی نوعیت کسی حد تک مختلف تھی۔ اس تصور کو وسعت بیسویں صدی میں ملی۔ عالمگیریت کے جدید تصور کو مختلف ماہر لسانیات، ماہر معاشیات، محققین اور مفکرین نے مختلف نقطہ نظر سے دیکھا ہے۔ کتاب "The world is flat" از تھامس ایل فرائیڈمین "Thomas L Friedman" عالمگیریت کے تین ادوار بیان کرتی ہے۔ عالمگیریت کے پہلے دور کو Countries and muscles کا نام دیتے ہیں۔ ۱۴۹۲ء میں جب کولمبس بحری سفر پر روانہ ہوا تھا اور قدیم و جدید دنیا کے مابین تجارت کا آغاز ہوا تھا۔ یہ دور تقریباً ۱۸۰۰ء

تک محیط ہے۔ اس کے بعد کے دور کو عالمگیریت ۲ کا نام دیتے ہیں جو ۱۸۰۰ء سے ۲۰۰۰ء تک کا دورانیہ ہے۔ یہ زمانہ جنگ عظیم اول اور دوم کے نتیجے میں پیدا ہونے والے مسائل سے دوچار ہوا۔ یہاں عالمی نظام کو بڑھانے میں زیادہ تر اہم کاروباری کمپنیاں ہیں۔ عالمگیریت ۳ کا آغاز ۲۰۰۰ء سے ہوتا ہے۔ تھامس ایل فریڈ مین لکھتے ہیں:

> "The first Era which he names globalization 1.0 is all about "Countries an muscles" and lasted from 1492, he columns set sail, opening trade between the old world and new world, until around 1806(1).According to the second great Era, globalization 2.0 lasted roughly from 1800 to 2000, interrupted by the great depression and world wars 1 and 2 (2)Here the main dynamism for pushing the global integration forward s main dynamism for pushing the global integration forward is considered multinational companies globalization 3.0 starts from 2000"."Globalization 2.0 is shrinking the world from a size small to a size tiny and flattening the playing field at the same time. And while the dynamic force in globalization 1.0 was countries globalization and dynamic forces in globalization was companies globalizing the dynamic force in globalization 3.0 is the force that gives it its unique is the new found power for individuals to collaborate and compete globally".[13]

ان کے مطابق عالمگیریت چھوٹے سائز میں سکڑ رہی ہے ساتھ ہی میدان عمل کو فلیٹ کر رہی ہے۔ عالمگیریت میں قوت محرکہ ملک تھے جو عالمگیریت کو روبرو عمل میں لا رہے تھے۔ عالمگیریت ۲ میں یہی کردار کمپنیاں ادا کر رہی تھیں۔ عالمگیریت ۳ کا جو طاقت محرک بن رہی ہے۔ وہ افراد کی قوت ہے جو مل کر کام کرنے اور عالمی مساوات کے لئے بالکل نئی دریافت تھی۔ جین برنارڈ ایبی (Jean Bernard Ayyuby) بھی عالمگیریت کے آغاز کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ کچھ لوگوں اور طاقتوں کا خیال ہے کہ دنیا نے عالمگیریت یا گلوبلائزیشن جیسا تجربہ نشاط ثانیہ کے دور میں کیا تھا۔ جبکہ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ عالمگیریت کی ابتداء انیسویں صدی میں سرمایہ داری نظام سے ہوئی، کچھ لوگ گلوبلائزیشن کا وجود قدیم دور میں محسوس کرتے ہیں۔ ان سب تصورات اور دلائل کا جائزہ لیتے وقت ہوئے برنارڈ کہتے ہیں کہ تاریخ کے اولین ادوار میں ایسی بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔ مثال کے طور پر جب تجارت عالمی سطح پر آزاد ہو گئی۔ لیکن آج کے حقائق کے مطابق اثرات اور نوعیت کئی طرح سے شدت

پسند ہے۔ انیسویں صدی کے بعد دنیا نے وسیع سطح پر عالمگیریت کا تجربہ کیا۔ موجود عالمگیریت تین طرح کی خصوصیت پیش کرتی ہیں:

1۔ کثیر المرکز ہے۔

2۔ قومی ریاستیں کمزور جبکہ عالمی مارکیٹیں زیادہ طاقتور ہوئیں۔

3۔ ڈیجیٹل انقلاب اس درجے کا ہے کہ دنیا اس کی مثال پیش نہیں کر سکتی۔

ریچل سنگھ (Racheal Singh) اپنی کتاب "Globalization, Law and the states" میں لکھتی ہیں:

> "There is much debate as to whether the globalization were currently witnessing is an unprecedented phenomenon some argue that the world witnessed a similar trend during the Renaissance, others associate instead even cumulatively with the birth of capitalism in the nineteenth century, still others make the assertion about ancient time Nevertheless, an examination of these alternative views shows us that although history provides example of earlier periods in which, for instance, trade open up, setting the foundations of what we know today, the currently, realities are of a particular intensity and nature while arguing that the world experience wide range globalization in the nineteenth century. CA Bayly concedes that current globalization present three unique characteristics it is polycentric, it is the nation state has weekend while the markets have grown more powerful and the digital revolution has been such that the world's trans activity is new without parallel in it scale and dimension"[14]

کچھ محققین نے عالمگیریت کا آغاز پندرہویں صدی عیسویں میں تحریک احیائے علوم سے کرتے ہیں جب یورپ میں تجارت اور ذرائع مواصلات کے میدان میں ترقی کا آغاز ہوا۔ سامانِ تجارت اور سرمایہ افکار و اخبارات ہی عالمگیریت کا بنیادی مقصد تھا۔ یورپ میں یہ تجارت کا مقصد شروع سے ہی موجود تھا کولمبس نے امریکہ کی دریافت کی اور یورپی ممالک کی نو آبادکاریوں سے عالمگیریت کے عمل کو تقویت ملی۔ اس دور میں ہی مغرب اور مشرق میں جانوروں اور انسانوں کے علاوہ خوراک اور دیگر اشیا کے تبادلے کے سلسلے کو طاقت ملی۔ اس کے دو سال بعد یعنی ۱۶۰۲ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی وجود میں آئی لیکن آہستہ آہستہ یہی ایسٹ

انڈیا کمپنی دنیا کی سب سے طاقتور اور بڑی کمپنی بن گئی۔ دو سال بعد ڈچ ایسٹ انڈیا کمپنی کو زوال پذیر ہونا پڑا لیکن برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی نے ہندوستان کا رخ کیا۔ یہ دور عالمگیریت کے حوالے سے اہم ترین دور تھا۔ اٹھارویں صدی میں آنے والے صنعتی دور نے پورے یورپ تو کیا پوری دنیا کو اپنی سست رفتاری زراعتی اقتصادیات سے نکال کر عالمی تجارتی منڈیوں اور سامراجی دور میں داخل کیا۔ ۱۸۱۵ء دنیا میں برطانیہ کی بادشاہت کی صدی تھی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب عالم گیریت کی شکل استعماری تھی۔ یورپی افراد کی تقریباً ۷۰ ملین لوگوں کا نو آبادیات اور امریکہ کی طرف منتقلی کا عمل انیسویں صدی میں شروع ہوا۔ جنگ عظیم اول اور جنگ عظیم دوئم کے نتیجے میں پیدا ہونے والے گریٹ ڈپریشن سے عالمگیریت کا پہلا دور اختتام پذیر ہوا۔ انہی جنگوں کے نتیجے میں برطانیہ کے دفاتر اور سرمایہ امریکہ میں منتقل ہو گیا۔ روس میں اشتراکی انقلاب بیسویں صدی کے دوسرے عشرے میں آیا جس کے نتیجے میں تمام وسائل قومی تحویل میں لئے گئے بالکل اسی طرح اشتراکی سوویت یونین دنیا کے منظر پر نظر آئی اور یوں دنیا دو قطبین میں تقسیم ہو گئی۔ لوئی ہیبرون (LoiHerbon) عالمگیریت کے آغاز وارتقا کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> "Globalization therefore is process that has ancient roots Globalization may appear new and threatening because of the uncertainty that accompanies many changes throughout the global system. But globalization is the further development of the process initiated over many centuries, reflected in the trade expansion, exploration, conquest, migration, colonization evangelization and so on that taken place throughout the world history. The silk trade is an example of an early from of globalization because its, impact was felt across continents and had a powerful economic effect the expansion of trade routes and the movement of people of Mongolia illustrate the transforming by products, of globalization in European history the introduction of bubonic plague was for reaching, transforming the economic, cultural and sociological structures of medieval Europe. The age of discovery in fifteenth century was followed by the establishment of European empires across the world."[15]

قرون وسطیٰ یورپ کے معاشی اور ثقافتی اداروں کو تبدیل کرنے والے پندرہویں صدی میں دریافتوں کے نتیجے میں دنیا بھر میں یورپی سلطنتوں کا قیام عمل میں آیا عالمگیریت کے ضمنی نتائج وبائی امراض تھے۔ جس کے نتیجے میں امریکہ، افریقہ اور ایشیا میں کئی

لاکھ لوگ موت کے منہ میں چلے گئے۔ لوئی ہیبرون "LoiHerbon" عالمگیریت کی مثالیں کئی طرح سے دیتے ہیں۔ ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

> "Global Pandemics throughout history are a fundamental manifestation of globalization. During the worldwide outbreak of the so called "Spanish Flu" it was brought to the United States by soldiers returning from world war. I resulting in the death of ten millions of people around the world, evangelization too has been a crucial dimension of globalization as seen in the expansion of ottoman empire into Europe during the twelfth and thirteen centuries. The current spread of Islam in America and Asia is but the latest version of globalization assisted by twenty first century transportation travel and media networks."[16]

لوئی ہیبرون تاریخ سے مثالیں دیتے ہوئے مزید کہتے ہیں کہ انیسویں صدی کے درمیانی عشروں میں دنیا نے تیز ترین عالمگیریت کے تجربات کئے یعنی انجن والے بحری جہاز کی ایجاد اور بین البراعظمی ٹیلگرافک تاروں کی تنصیب وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ پیداواری لاگت میں کمی اور اشیائے خورونوش کے تبادلے کی رفتار اور سفر میں تیزی آئی۔ لوئی ہیبرون لکھتے ہیں:

> "The middle decades of nineteenth century looked upon a world that was experiencing rapid globalism in the form of speed: the development of steamship travel and the laying of the transatlantic telegraphic cables over time there was a decrease in cost and increase in speed of movement of goods and travels as well as communication making of more interconnection in communication, financial markets, and economic systems among other across the globe." [17]

پہلی جنگ عظیم کے بعد لیگ آف نیشنز (League of Nation) کا قیام بین الاقوامی ادارے کے طور پر منظر عام پر آیا۔ لیگ آف نیشنز کے پس پردہ صیہونی دانشوروں کا عالمی تخیل کار فرما تھا۔ امریکی سینٹ نے اسے قبول نہیں کیا اس طرح یہ منصوبہ عملی شکل اختیار نہ کر سکا دوسری جنگ عظیم میں جاپانیوں اور یورپ نے جو اس وقت کی سرمایہ دارانہ قوتیں تھیں شکست کھانے کے بعد لاکھوں جانوں کا نقصان کیا۔ اس سے امریکہ کو نہ صرف اپنی وجودی حیثیت کا احساس ہوا بلکہ وہ اپنے فائدے کے تحفظ

کے لئے تیار ہو چکا تھا۔ جنگ عظیم دوم کے بعد جو طاقت کا مقام یورپ کا تھا وہ امریکہ منتقل ہو گیا اس وقت دشمن کے طور پر سوویت یونین بھی مضبوط طاقت کی صورت میں تھا۔ امریکہ جمہوریت، آزاد منڈی کی معیشت اور سرمایہ دارانہ نظام کی حمایت میں تھا۔ سوویت یونین نے اشتراکی نظریات کو دنیا کے سامنے پیش کیا۔ ۱۹۴۴ء میں برٹین ووڈ Bretton Wood میں ہونے والے معاہدے میں ایک نئی عالمی مالیاتی نظام کی بنیاد رکھی گئی۔ جہاں امریکی ڈالر نے برطانوی پاؤنڈ کی جگہ لے لی۔ برٹین ووڈ کے مقام پر منصوبہ سازوں نے IMF (International Monitoring Fund)IBRO (International Bank for Reconstruction and Development) قائم کئے جو کہ آج کے دور میں ورلڈ بنک گروپ کے حصے ہیں۔ انہی کی سرپرستی میں عالمگیریت نے اقتصادی طور پر کامیابی اکٹھی کی۔ ۱۹۸۹ء میں دیوار برلن کے انہدام اور مشرقی اور مغربی جرمنی کے انضمام کے بعد کمیونزم مشرقی یورپ سے بھی الگ ہو گیا۔ ان تمام انوکھے معاملات کے بعد وہ سب آہنی دیواریں زمین بوس ہوئیں جن کے احاطے میں چین مشرقی یورپ اور روسی منڈیاں پناہ لیتی تھیں اور اقتدار کا مرکز برطانیہ کی بجائے امریکہ بن گیا۔ اس طرح دنیا دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ ۱۹۴۴ء تا ۱۹۸۹ء کے دوران امریکہ نے اشتراکی روس کو تباہ کر دیا جو حکمران روس کے خلاف کھڑا ہوا امریکہ نے ان کا ساتھ دیا۔ روس کو آخری چوٹ تب پڑی جب روس نے افغانستان پر چڑھائی کی اس دوران روس نے اپنی ہی مشکلات میں اضافہ کر دیا۔ امریکہ نے افغانستان کی مدد کر کے روس کی بربادی کا سارا سامان اکٹھا کیا۔ نظریاتی پس منظر میں افغانیوں نے یہ کام کیا۔ ۱۹۸۹ء میں سرد جنگ کا خاتمہ ہوا روسی صدر "میخائل گورباچوف " Meikhail Gorbachev نے کمیونزم کے اقتصادی نظام میں تبدیلی کر کے تعمیر نو کا اعلان کیا بہتر سال کے زائد عرصے تک حکومت کرنے والی کمیونزم کا سورج سوویت یونین میں غروب ہوا اور جو دنیا کی دوسری بڑی طاقت جانی جاتی تھی بکھر کر رہ گئی۔ روس کی شکست کے بعد اس کے زیر اثر علاقوں پر بھی امریکہ نے قبضہ کر لیا چونکہ سوویت یونین کی موجودگی میں یوں کھلی کاروائیاں امریکہ کے لئے آسان نہ تھیں۔ سیاسی، معاشی، سماجی، عسکری گویا ہر لحاظ سے سوویت یونین امریکہ کا دشمن تھا۔ معاشی لحاظ سے دنیا کے اہم ترین علاقے خلیج فارس اور ایران کی حمایت حاصل کی۔ چنانچہ اس نے سیاسی و اقتصادی معاملات کے حصول کے لئے بین الاقوامی سطح پر اپنا حق جمانے کے لئے نیو ورلڈ آرڈر کا اعلان کرتے ہوئے پوری دنیا میں جائز و ناجائز ہتھکنڈوں اور فوجی اقدامات کا سلسلہ بڑھا دیا۔ ۱۹۹۱ء میں خلیجی جنگ کا آغاز ہو جس کے بہانے امریکہ کو جدید عالمی نظامی قیادت کا موقع ملا۔ یوں عالمگیریت کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ تھامس فرائیڈ نے اسے عالمگیریت کے دوسرے دور کا نام دیا وہ لکھتے ہیں:

> "With fall of Berlin wall, it was replaced by another system the new era of global we are in all call its Globalization Round."[18]

یہ عالمگیریت دوسری عالمگیریت سے ذرا مختلف تھی جو انیسویں صدی میں دنیا کو بہت تیزی سے متاثر کر رہی تھی یہ کس طریقے سے مختلف تھی اس کے متعلق ڈینیل کوہن Danial Cohen اپنی کتاب "Globalization and its enemies" میں رقمطراز ہیں:

> "Although it may be tempting to draw a parallel between today's, Globalization and that of the nineteenth century there

is a fundamental difference that makes such a comparison rather perilous today's Globalization is "Immobile" Merchandise is trade among all parts of the world, but it is only through television, or during a few vacation weeks from rich countries that one encounters other societies yesterday's globalization was very different at least in regard to European populating new lands. The effects of this globalization were not achieved through commodities or images but principally through people who physically not virtually left one world for another" [19]

آج کی عالمگیریت کا تجارتی سلسلہ دنیا بھر سے جڑا ہے۔ زیادہ تر یہ صرف ٹی وی (TV) کے ذریعے یا زیادہ تر چھٹیوں میں ہوتا ہے کہ ایک فرد دوسرے معاشرے کے لوگوں سے میل ملاپ کرتا ہے۔ کل کی عالمگیریت یوں مختلف تھی کہ کم از کم یورپین کے نئی زمینوں کی آبادکاریوں سے فرق رکھتی تھی۔ اس طرح صرف تصاویر اور اشیاء کے ذریعے عالمگیریت کے اثرات کو محسوس نہیں کیا جاتا تھا بلکہ افراد کے ذریعے جسمانی طریقے سے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتی تھی۔ یوں گلوبلائزیشن کی ابتدائی صورتحال بڑی بڑی ایمپائر کی صورت میں نظر آتی ہے۔ وسائل اور منڈیوں پر تسلط یہ دو ہی بنیادی عناصر تھے یوں نقل مکانی، تجارت اور فتوحات کی صورت میں ثقافتوں اور معاشروں کے ساتھ تسلسل ہوتا تھا۔ اس کی جدید شکل پندرہویں اور سولہویں صدی بالخصوص کولمبس کی امریکہ دریافت سے نظر آئی اس سلسلے میں واٹر میکولم (Walter Makolom) لکھتے ہیں:

"کہ عالمگیریت نے سرمایہ دار طبقے کی طاقت میں بے حد اضافہ کیا اور اس کے لئے آزاد تجارتی منڈیوں کی راہ لی۔ امریکہ کی دریافت اور ایشیا کی طرف نئے سمندری راستوں کی دریافت نے تجارتی منڈیوں کو عالمی منڈیوں میں متعارف کروایا۔"[20]

صنعتی انقلاب سے پیداوار میں بہت زیادہ اضافہ ہوا نئی منڈیاں اور تجارتی راستے متعارف ہوئے۔ نہر سویز اور نہر پانامہ کے ذریعے سمندروں کو آپس میں ملا کر سمندری فاصلوں کو کم کیا گیا اور دنیا کے تمام علاقوں میں مصنوعات کی ترسیل کے کام کو ممکن بنانے کی کوشش کی گئی۔ تجارت کے ساتھ ساتھ سیاسی عوامل میں بھی یہی کمپنیاں داخل ہوئیں برصغیر پر ایسٹ انڈیا کمپنی کئی سالوں تک حکومت کرتی رہی۔ اس حوالے سے سید عظیم لکھتے ہیں:

"آج سے ڈھائی سال پہلے بھی کمپنیاں اس طرح بادشاہوں کی اتھل پتھل سے فائدے حاصل کرتی رہیں۔ جس طرح آج ملٹی نیشنل کمپنیاں حکومت کے آنے جانے سے اپنے فوائد کے تحفظ کے لئے کوشاں رہی ہیں۔"[21]

انیسویں صدی میں لبرلائیزیشن کو جدید عالمگیریت کا نام دیا گیا جس میں بین الاقوامیت (Internationalism) کی تحریک دوسری جنگ عظیم کے ذریعے ٹیکنالوجی کی تیز رفتاری کی بدولت دنیا بھر میں نقل مکانی اور آمد و رفت آسان ہو گئے۔ تجارتی دائرہ اس سے وسیع تر ہو گیا۔ اس وقت آزاد تجارتی حوالے سے کئی معاہدے کئے گئے۔ بالواسطہ جس نے گلوبلائزیشن کو اوپر جانے میں اہم کردار ادا کیا اس میں درج ذیل ادارے معاہدے میں شامل تھے۔

- GATT (General Agreement on Terrif and Trade)
- NAFTA (North America Free Trade Area)
- WTO (World Trade Organization)
- WB (World Bank)
- IMF (International Monitoring Fund)

بہت سے ملک WTO کے ممبر بن جانے سے عالمگیریت کو عالمی سطح پر پھیلنے میں فروغ ملا۔ بہت سے ممالک میں موجود سٹاک ایکسچینج سے بھی گلوبلائزیشن کے حق میں فائدہ ہوا اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ کوئی بھی فرد جہاں سے بھی سٹاک مارکیٹوں کے ذریعے سے تجارت میں اپنا کردار ادا کر سکتا ہے۔ گلوبلائزیشن کا مشن بھی یہی ہے کہ سرمایہ عالمی سطح پر لگے۔ ۱۹۸۰ء کی دہائی میں امریکی صدر رونالڈ ریگن اور برطانیہ کی خاتون وزیر اعظم مارگریٹ نے آزاد منڈیوں کا نظام کا تعارف کروایا۔ جدید عالمگیریت کا نقطہ آغاز بھی اسی کو سمجھنا چاہیے۔ طاقتور حکومتوں نے جدید میڈیا اور ذرائع ابلاغ کے ذریعے اس نظریے کی ترویج کی۔ دنیا نے اسی (۸۰) کی دہائی کی تبدیلیوں کو ۹۰ء کی دہائی تک محسوس کیا۔ اس مشترکہ منصوبے کا مقصد انٹرنیشنل سطح پر تجارتی منڈیوں کی اجارہ داری تھی۔ سرمایہ دارانہ نظام اپنی کرنسی کو مضبوط اور مستحکم دیکھنے کے لئے نظام میں تبدیلیاں کرتا رہا۔ اس حوالے سے امریکہ کی پالیسی یہی رہی ہے جس کا وہ نفاذ کرنا چاہے۔ سب سے پہلے ذرائع ابلاغ کے ذریعے سے اس کو پھیلایا جاتا ہے اور اس طرح راہ ہموار کی جاتی ہے۔ اس کے خلاف رد عمل کو پرکھا جاتا ہے اس طرح اپنی پالیسیوں کو مضبوط بنانے میں بے حد مدد ملتی ہے اس عمل اور رد عمل کو میڈیا کے ذریعے پھیلایا جاتا ہے۔ ایسی پالیسیوں کے لئے خبریں اور رپورٹس یہاں تک کہ ریسرچ پیپرز شائع ہوتے ہیں۔ تاکہ عوام اس نظریے کو قبول کر لے اور عالمگیریت کے نظریے کو منوانے کے لئے اس کے فوائد گنوانے لگے۔ کتابیں شائع ہوئیں کانفرنسوں کا انعقاد کیا گیا۔ اس نظریے کے حامل پہلی کتاب فرانسفو کویاما نے ۱۹۸۹ء میں "The end of History" کے نام سے لکھی، جس میں عالمگیریت کے نظریے کو پوری طاقت سے پیش کیا گیا۔ ۱۹۹۲ء میں فرانس فوکو یاما نے عالمگیریت کے موضوع پر ہی دوسری کتاب چھپوائی جس کا نام "The end of History and lastman" تھا اس کا مقصد بھی عالمگیریت کو پروان چڑھانا تھا۔ اس کتاب کے علاوہ ہارورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر اور یہودی مفکر سموئل ہنٹنگٹن "Samull Huntington" کا ۱۹۹۰ء میں امریکی جریدے نے "Foreign Policy" کے سر ایشو میں مضمون "The Clash of Civilization" کے نام سے پیش کروایا۔ اس مضمون کے شائع ہوتے ہی علمی حلقوں میں نئی بحث چھڑ گئی۔ اس عرصے میں گلوبلائزیشن کے مترادف جو Terms استعمال کی گئی اس میں Internationalism کے ساتھ امریکنائزیشن بھی شامل ہے۔ عالمگیریت کے پس منظر میں چھپے مقاصد کیطرف یہ اصطلاح اشارہ کرتی ہے جس کے نتیجے میں جینز

میکڈونلڈز اور لوک کلچر فروغ پا رہا ہے۔ قومی حکومت کی اہمیت کو کم کر کے عالمی مالیاتی اداروں کی پالیسی کے نفاذ کی راہ ہموار کی جا رہی ہے۔ عالمگیریت کی تحریک کثیر جہتوں کے حامل ہے۔ اس کا تعلق ایک ہی وقت میں معیشت، سیاست، ثقافت، زبان و ادب سے ہے۔ اس سب کا بنیادی منبع فرد ہے۔ اس تحریک کا بالواسطہ رابطہ افراد سے ہے۔ یعنی فرد کی اندرونی کیفیات باطنی دنیا سے جڑی ہیں۔ دوسرے لفظوں میں عالمگیریت نے انسانی نفسیات پر بے حد اثرات مرتب کئے اب عالمگیریت کے ان پہلوؤں کا الگ الگ تعارف و جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

**عالمگیریت: سماجی پہلو**

عالمگیریت اصل میں معاشیات کی اصطلاح ہے اس نے تقریباً زندگی کے ہر شعبے کو بے حد متاثر کیا ہے۔ اصل میدان اقتصاد ہے۔ لیکن عالمگیریت کا مقصد آزاد منڈیوں کے درمیان بین الاقوامی کمپنیوں کی عالمی سطح پر اجارہ داری قائم کرنا تھا۔ سید عظیم اپنی کتاب "ملٹی نیشنل کمپنیاں" میں لکھتے ہیں:

> "زمانہ قدیم سے یہی طریقہ رہا ہے کہ طاقتور طبقے نے غریب طبقے پر سرمایہ داری نظام سے استحصال قائم رکھا ہے۔ عالمی منڈیوں کی اجارہ داری سے معاشرے کا نظام وجود عمل میں آیا ملٹی نیشنل کمپنیوں کے بارے میں جتنے بھی دعوے کئے اس کے پس پردہ اجاری داری کا عمل ہی کارفرما ہے یہ عمل انسانی وجود کے عمل میں آنے کے ہی ساتھ چلتا آرہا ہے"۔[22]

ڈاکٹر فرمان فتح پوری اپنی کتاب "اردو نثر کا فنی ارتقا" میں لکھتے ہیں:

> "اجتماعی زندگی نے عوامی اداروں کو جنم دیا اس میں مشترکہ اور اجتماعی نظریات اور مسائل کو پیش کیا جاتا اور ان پر غور کیا جاتا ہے۔ ادبی جلسوں، کنونشن کانفرنس یا تہذیبی کلچر پروگرام اس اجتماعی نظریے کی دین ہے"۔[23]

مغربی معاشرے کا نفاذ ہندوستان میں انگریزوں کے راج کے دوران مقامی معاشرے سے ہوا لوگوں نے انگریزی نظام اور انگریزوں کی خوشنودی کے لیے کی۔ تہذیب و ثقافت کو خوشی خوشی اپنایا۔ اس طرح ایک الگ طبقہ جنم دینے لگا۔ جسے اینگلو انڈین قرار دیا گیا۔ دو عظیم جنگوں نے مغربی ممالک کو یہ پیغام دیا کہ جنگ مسائل کا حل نہیں اس کے لئے طریقہ کار تبدیل کرنا پڑے گا۔ مختلف ماہرین معاشیات اور عالمی ادارے عالمگیریت کو معاشی حوالے سے بیان کرتے ہیں۔ IMF عالمگیریت کی تعریف ان الفاظ میں کرتا ہے:

> "Economic globalization is a history call process integration of economics around the world, particularly through trade and financial flows. The term also refers to movement of the people (labour) and knowledge (technology) across international borders. There are also border cultural, political and environmental dimensions of globalization".[24]

یعنی معاشی عالمگیریت ایک تاریخی (Historical) عمل ہے جو انسانی مدت اور تکنیکی ترقی کا نتیجہ ہے۔ اس سے مراد دنیا بھر میں معیشتوں کا بڑھتا ہوا انحصار ہے۔ خاص طور پر سرمائے کے بہاؤ کے ذریعے اس ٹرم سے مراد علم کا بین الاقوامی International سرحدوں کے اس پار اور اس پار تبادلہ کا نام ہے۔ عالمگیریت کی ثقافتی، ماحولیاتی اور سیاسی قسمیں بھی ہیں۔ اس صورتحال کو عبادت بریلوی یوں دیکھتے ہیں:

> "ہندوستان پر بھی اس (پہلی جنگ عظیم کے بعد عالمی بیداری) کے اثرات پڑے لیکن اسی کی رفتار بہت مدہم تھی کیونکہ ہندوستان کی زندگی پر ابھی ایسے خول چڑھے ہوئے تھے جس کی وجہ اس کی نشوونما گھٹ کر رہ گئی تھے۔ وہ پھلنا پھولنا چاہتی تھی۔ نئی راہوں پر گامزن ہونا بھی اس کے پیش نظر تھا۔ لیکن پیچیدہ سیاسی حالات اس کی اجازت نہیں دیتے تھے اس کے علاوہ جو یہاں کے مختلف طبقوں میں نفسا نفسی کا عالم تھا۔ ان میں سے ہر ایک کی پیش کش اپنے ذاتی مفاد تھے"۔[25]

تقسیم ہند کے بعد دنیا کے حالات ایسے ہونا چاہیے تھے کہ ہم خود سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں آگے جاتے اور انگریزی کے بقیہ معاملات کو دفن کر دیتے لیکن ایسا ہوا نہیں مغرب کی سائنسی بالادستی اور جبر کے آگے جھکنا پڑا اور یوں تقلید پر مجبور ہوتے رہتے۔ جمیل جالبی رقمطراز ہیں:

> "زندہ قومیں حالات اور زمانے کے مطابق اپنے نظام خیال پر نظر ثانی کر کے رفتہ رفتہ بدلتی جاتی ہیں لیکن ہمارے ہاں یہ عمل یوں ہو رہا ہے کہ ہم صرف آنکھیں بند کئے مغربی نظری خیال کے پیچھے دوڑ رہے ہیں اور اس بات کو بھول گئے کہ مغرب تین سو سال کی مسافت طے کر کے جہاں پہنچا ہے وہاں وہ خود ایسے تھکا دینے والے مسائل میں گھر گیا ہے جس سے نجات حاصل کرنے کے لئے اس کی روح بے چین ہے"
> [26]۔

معاشی عالمگیریت کی خصوصیات میں معاشی حد بندیوں کو توڑنا، آزاد تجارت کا فروغ اور ملٹی نیشنل کمپنیوں اور کارپوریشنوں اور بین الاقوامی مالیاتی اداروں کے مابین بڑھتی ہوئی طاقت ہے۔ جس سے بیشتر ممالک شدید متاثر ہوئے ہیں۔ لیکن یہ اثرات ہمیشہ کے لئے نہیں ہیں۔ عالمگیریت کے حق میں آواز بلند کرنے والے دلائل دیتے ہیں کہ آزاد تجارت غیر ملکی سرمایہ کاری اور ملٹی نیشنل کمپنیوں کی وجہ سے تمام ممالک معاشی لحاظ سے خوشحال ہو جائیں گے سب کو ترقی کے برابر مواقع ملنے چاہیں، لیکن عملی طور پر آزاد تجارت اور غیر ملکی سرمایہ کاری کی صورت میں جو عالمگیریت نافذ ہوئی ہے۔ اس نے عالمگیریت کے حمایتیوں کی قلعی کھول کر رکھ دی۔ لوئی ہیبرون اپنی کتاب Globalization میں لکھتی ہیں:

> "In economic discourse globalization refers to the progressive networking of national market economics into a single, tightly interconnected global political economy (via advances in communication technology and falling transportation costs) whose accumulation and distribution of resources are increasing

governed by neoliberal principles emphasizing the role of market while minimizing government involvement in economic matters."[27]

G RegBuckman اپنی کتاب Globalization Tame it or Scrap it میں لکھتے ہیں:

"اگر اس عالمگیریت کی ساخت اور سیاست کو اس طرح رہنے دیا گیا تو آج کے عالمگیر بنک اور عالمگیر سپر مارکیٹ امیر کو امیر تر بنا دیں گے اور غریب خوفناک نتائج کے ساتھ بہت ہی پیچھے رہ جائیں گے"۔[28]

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انفعالیت کی وجہ سے ہم اپنے حکمرانوں کے دست نگر ہو گئے وہ سب عالمی سرمایہ داروں کی کٹھ پتلیاں ہیں۔ عالمی سرمایہ دار آج کل اتنے زیادہ طاقتور ہو گئے ہیں وہ حکومت جب چاہیں گرا دیں وہ تمام تر جنگیں کروانے کے اہل ہوتے ہیں یکسانیت کے نام پر سب کو اکٹھے کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تو مقامی سطح پر ثقافتیں یا مذہب اور عقائد وغیرہ آڑے آجاتے ہیں۔ اس وجہ سے تہذیبوں معاشرتوں عقائد ثقافتوں مذاہب کے درمیان تصادم پیدا ہو جاتے ہیں۔ ڈاکٹر محمد حسن اُردو ادب کی سماجیاتی تاریخ میں اس صورتحال کا جائزہ کچھ یوں لیتے ہیں: "ترقی کا ناہمواری اور محرومی کا ارتکاز جو سب سے نمایاں ہوتا ہے۔ صنعتی ترقی کے لازم سرمایہ دار مرکزیت اور ناگزیر وحدت یا "Steamrolling" کی صورت میں جب بھی پورے ملک کو ایک منڈی، ایک اجارہ، ایک تہذیبی منطقہ، ایک لسانی اکائی اور ایک تجارتی اجارہ داری بنانے کی کوشش قومی یکجہتی کے مقدس نام پر کی جاتی ہے۔ مذہبی اقلیتوں اور علاقائی منطقوں سے ٹکراؤ ہوتا ہے اور ردعمل ہر طرح کی احیاء پرستی اور فرقہ واردیت یا علاقہ پرستی کی شکل میں لسانی صورت میں نظر آتا ہے"۔[29]

**خلاصۂ بحث**

دنیا کی تقریباً نصف آبادی مطلب تین بلین لوگ تین ڈالر سے کم پر گزارہ کرتے ہیں 80 فیصد لوگ دس ڈالر سے کم پر منحصر رہتے ہیں۔ اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ چین کے علاوہ دنیا کے ترقی پذیر ملک میں پچھلے دو عشروں سے غربت میں بہت اضافہ ہوا ہے۔ ۵ سے ۶ بلین لوگوں میں سے آدھے لوگ مشکل سے گزر بسر کرتے ہیں۔ مکمل دنیا کا چوتھائی حصہ یعنی ۸۷۷ بلین لوگ انتہائی غربت کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ یہ شرح ۱۹۸۱ء میں ۳ فیصد تھی۔ ۲۰۰۰ء میں یہ شرح ۴۹.۹ فیصد تک پہنچ گئی۔

## References


[1] Muhamamd ʻĀsim Butt, *Mukhtasar Tāreek-e-ʻĀlam* (Lahore: Tkhleeqāt, 2010), 68.
[2] Moulvī Syed Hāshimī, Fareed Ābādī, *Tareek-e-Yūnān*, trans. Prof. Bewrī (Haiderābād Dakkan: Dār al-Ṭabaʻ, 1919), 5.
[3] Akhlāq Ahmad Qādrī, *Inḥaṭāṭ-o-Zwāl Rūmā* (Lahore: Book Fort, 2018), 35.
[4] ʻĀsim Butt, *Mukhtasar Tāreek-e-ʻĀlam*, 147.
[5] Ahmad Qādrī, *Inḥaṭāṭ-o-Zwāl Rūmā*, 12.
[6] ʻĀsim Butt, *Mukhtasar Tāreek-e-ʻĀlam*, 112.
[7] Ahmad Qādrī, *Inḥaṭāṭ-o-Zwāl Rūmā*, 12.

[8] Jameel Yousuf, *Musalmānon kī Tareekh kā aik Jāiza* (Islamabad: Kitāb Ghar, 2005), 39.
[9] Jameel Yousuf, *Musalmānon kī Tareekh kā aik Jāiza*, 45.
[10] Yāsir Jawāḍ, *Tāreek-e-'Arab* (Lahore: Al-Fasīl Nashrān, 2015), 183.
[11] Yāsir Jawāḍ, *Tāreek-e-'Arab*, 183.
[12] Jameel Yousuf, *Musalmānon kī Tareekh kā aik Jāiza*, 80.
[13] Thomas L Friedman, *the world is flat* (London: Pengium books,2006),9.
[14] Rachel Singh (trans), Globalization, law and the state (oxford: g Hart publishing,2017),5.
[15] Lui Herbon, *Globalization: Debunking the myth* (Noida: dorlindkindersloypvt ltd,2013),2-3.
[16] Lui Herbon, *Globalization: Debunking the myth*, 2-3.
[17] Lui Herbon, *Globalization: Debunking the myth*,2-3.
[18] Thomas Friedman, *The Oliver and Lexus tree,42.*
[19] Daniel Cohen, *Globalization and its enemies* (Massachusets: Institute of Technology,2007),27.
[20] Waters Malcolm, *Globalization* (New York; Routledge 2001, second edition),8.
[21] Syed 'Azīm, *Multi-National Companies* (Lahore: Dār al-Sha'ūr, 2004), 87.
[22] 'Azīm, *Multi-National Companies*, 87.
[23] Farmān Fateh Pūrī, *Urdu Nasr kā Fanni Irtiqā* (Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2008), 412.
[24] Vandanashajan, *Globalization and income Regbuckman inequality* (Hyderabad: Icfaci University press, 2010), 1.
[25] 'Ibādat Brailvī, *Urdu kā Tanqīdī Irtiqā* (Karachi: Ajumane-eTraqqī Urdu, 2001), 36.
[26] Jameel Jālbī, Pakistani Culture (Islamabad: National Book Foundation, 1998), 205.

[28] LuiHerbon, *Globalization: Debunking the Myth*, 20.
[28]G.reg Buckman, *Globalization, Tame it or Scrap* (University press,2001),13.
[29] Muhammad Ḥassan, *Urdu Adab kī Smājiyātī Tāreek* (New Delhi: Qūmī Council Brāye Faroog Zubān Urdu, 1998), 38.